R. No. 2186/57 Regd. No. L. 922

انجمن ترقی اُردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Date 1-8-15-22

Phone—29
Annual Rs. 5/-
per Copy-15 P.

سنگ بنیاد نمبر — اُردو گھر نئی دلّی

جلد ۲۷۔ شمارہ ۱۴۵ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۸ را پریل ۱۹۶۸ء

اداریہ

اُردو گھر کا سنگ بنیاد

جہاں ہم خشتِ خم رکھ دیں بنائے کعبہ پڑتی ہے
جہاں ساغر پٹک دیں چشمۂ زمزم نکلتا ہے (ریاض)

اردو دوستوں کو مبارک ہو کہ ۲۳ر مارچ کو وزیر اعظم اندرا گاندھی نے انجمن ترقی اردو ہند کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد راؤز ایونیو نئی دلی میں رکھا۔ ڈاکٹر سین کے نرسنگ ہوم سے جو سڑک دائیں طرف دہلی سے بائیں طرف جاتی ہے، اس پر تقریباً دو سو قدم چل کر انجمن کو ایک پلاٹ چوتھائی ایکڑ کا ملا ہے۔ اس پر ایک شامیانہ لگایا گیا تھا جس میں یہ تقریب انجام دی گئی۔ حاضرین میں وزیر اعظم کے علاوہ، انجمن کی مجلس عام کے ممبر، پارلیمنٹ کے ممبر، روس کے سفیر، دہلی کے علمی و ادبی اداروں کے نمائندے، ادیب اور شاعر، جامعہ ملیہ اور جمعیۃ العلماء کے سربرآوردہ حضرات اور انگریزی اور اردو اخباروں کے کئی نمائندے موجود تھے۔ صدر انجمن اور ان کے ساتھیوں نے وزیر اعظم کا دروازے پر خیر مقدم کیا۔ جب وزیر اعظم شامیانے میں داخل ہوئیں تو سب تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ جلسے کی کارروائی جامعہ کے بچوں نے اقبال کی نظم سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا سے شروع کی۔ اس کے بعد صدر انجمن پنڈت کنزرو نے وزیر اعظم کا خیر مقدم کیا۔ انھوں نے پنڈت جواہر لال نہرو کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے، انجمن کی مختصر تاریخ بیان کی اور وزیر اعظم کو توجہ دلائی کہ اردو کے ساتھ ابھی تک انصاف نہیں ہوا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے وزیر اعظم سے درخواست کی کہ وہ اپنے دست مبارک سے اردو گھر کا سنگ بنیاد رکھیں۔ سنگ مرمر پر نستعلیق حروف میں یہ پتھر بہت خوب صورت معلوم ہو رہا تھا۔ وزیر اعظم نے سنگ بنیاد رکھنے کے بعد عمارت کے ماڈل کا معائنہ کیا جو میر عمارت ڈی۔ بھروانا نے تیار کیا ہے اور اس کے ساتھ انجمن کی تقریباً چار سو مطبوعات کی نمائش دیکھی۔ ڈائس پر واپس آ کر انھوں نے نہایت صاف ستھری اردو میں تقریر کی جس میں اردو گھر کا سنگ بنیاد رکھنے پر مسرت ظاہر کی، اردو کو ایک جاندار اور شاندار زبان قرار دیا اور افسوس ظاہر کیا کہ اردو جیسی قومی زبان بھی فرقہ واریت اور تنگ نظری کا شکار رہی ہے۔ انھوں نے یہ بھی امید ظاہر کی کہ انجمن کی عمارت جلد تیار ہو جائے گی اور اس کے ذریعہ سے انجمن اردو کی اور دیس کی خدمت کر سکے گی۔ اس کے بعد راقم الحروف نے ایک نظم پڑھی جو اس موقع کے لئے لکھی گئی تھی۔ پھر پنڈت آنند نرائن ملا نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ انھوں نے کہا کہ اردو کو علاقائی زبانوں کے ذیل میں شامل نہیں کرنا چاہیے نہ اسے کسی اقلیت سے وابستہ کرنا چاہیے، یہ ایک کل ہند زبان ہے اور اس حیثیت سے اس کا تحفظ ہونا چاہیے۔ آخر میں ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین نے نہایت موزوں الفاظ میں شکریہ ادا کیا اور انجمن کے سیکولر کردار اور اس کے عظیم رول کو مختلف مثالوں سے واضح کیا۔ اس موقع پر تعارف کے نام سے ایک کتابچہ بھی تقسیم کیا گیا تھا جس میں انجمن کے کارناموں کی مختصر تاریخ تھی۔ جن گن من پر یہ یادگار تقریب ختم ہوئی۔

ہمارے لیے اب ضروری ہے کہ تعمیر کا کام جلد سے جلد شروع کر دیں جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا تھا عمارت کی لاگت کا تخمینہ ساڑھے سات لاکھ ہے جس میں سے ڈیڑھ لاکھ انجمن کے پاس سرمایۂ محفوظ کی شکل میں موجود ہے۔ چھ لاکھ کی رقم ہمیں چندے اور حکومت کی امداد کے ذریعہ سے حاصل کرنا ہے۔ ابھی تک حکومت نے کوئی امداد نہیں دی ہے اور

نہ ہم اس کی امید میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہ سکتے ہیں۔ ہمیں تو کام اب شروع ہی کرنا ہے۔ اسی لیے ہم پھر اردو دوستوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اردو گھر کی عمارت کے لیے اپنے چندے بھیجیں۔ ہماری ریاستی اردو مقامی شاخوں کو خاص طور سے اس کام میں مدد دینا ہے۔ انھیں ایک حلقہ مرکز بھیجا جا رہا ہے۔ ریاستی شاخوں کو خود اپنے حالات دیکھ کر ایک رقم مقرر کر لینی چاہیے۔ ہمارا ارادہ دہلی بمبئی، حیدرآباد اور دوسرے شہروں میں ایسے تہذیبی جلسے بھی کرنے کا ہے جن کے ذریعہ سے ہمیں کچھ روپیہ مل سکے گا۔ ہمیں سے ہماری زبان کا ایک کام عطیات کی فہرست کے لیے مخصوص کیا جا رہا ہے۔ ہزار، پانچ سو، سو، پچاس، دس اور پانچ روپے کی رسیدیں بھی چھپوائی جا رہی ہیں۔ ہمیں اردو پر، اردو دوستوں پر اور اپنے پر اعتماد ہے۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ ہم اس سال کے آخر تک مطلوبہ رقم جمع کر لیں گے۔ اس اعتماد کی بنا پر تعمیر کا کام جلد سے جلد شروع کرنے کا ارادہ بھی ہے۔ ہمارے پیچھے نہ حکومت کی طاقت ہے، نہ امارت کی، نہ وزیروں کی سرپرستی ہے، نہ افسروں کی پشت پناہی۔ ہمارے پاس خلوص کی دولت اور خدمت کا جذبہ ہے۔ ہم سیاسی گروہ بندی، علاقائی پاسداری، مذہبی اختلاف ان سب سے علیحدہ رہے ہیں۔ خدمت کا راستہ ہم نے سوچ سمجھ کر طے کیا ہے۔ ہم کسی کے آلۂ کار نہیں ہیں۔ نہ کوئی ہمیں بہکا سکتا ہے۔ ہم اپنے زبان و ادب کے لیے، ملک و قوم کے لیے اور انسانیت کے لیے جو راستہ مناسب سمجھتے ہیں اس پر چل رہے ہیں اور چلتے رہیں گے۔

ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ زندگی میں اکثر لمبے راستے سب سے اچھے ثابت ہوتے ہیں اور یقین محکم اور عمل پیہم ہی سے ہم اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

آل احمد سرور

آئینہ خانہ بنے گا جلوۂ صد رنگ کا

(پروفیسر آل احمد سرور نے یہ نظم دہلی میں وزیر اعظم کے ہاتھوں «اردو گھر» کا سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب میں پڑھی تھی)

ہم نے کتنے خواب دیکھے خواب آزادی کے ساتھ
بستیاں کتنی بسائیں دل کی آبادی کے ساتھ
خواب کتنے ہی ابھی شرمندۂ تعبیر ہیں
نقش کتنے ہیں جو حسرت خانۂ تعمیر ہیں
یوں تو ساقی مہرباں ہے اور دور جام ہے
اپنے مے خانے میں پھر بھی تشنہ کامی عام ہے
"گیسوئے اردو ابھی منت پذیر شانہ ہے"
یہ زباں اپنے چمن میں سبزۂ بیگانہ ہے
یہ ستاروں پر کمندیں ڈالنے والی زباں
وادیٔ گنگ و جمن کی گود کی پالی زباں
یہ محبت کی زباں حرف و حکایت کی زباں
دین و دانش کی زباں، عرفان و حکمت کی زباں
آگہی کی ترجماں، آداب ہستی کا نشاں
بلبلِ رنگیں نوائے گلشنِ ہندوستاں
اپنے کھیتوں اپنے کھلیانوں کی خوشبو اس میں ہے
اپنے شہروں اپنے بازاروں کا جادو اس میں ہے
کیسی کومل کیسی چنچل کس قدر پیاری زباں
کیسی گن والی زباں، اور کیسی دکھیاری زباں
شوق کی وادی میں پھر خیمہ بپا ہونے کو ہے
یعنی "اردو گھر" کی دہلی میں بنا ہونے کو ہے
نقشِ نو تعمیر ہوگا دانش و فرہنگ کا
آئینہ خانہ بنے گا جلوۂ صد رنگ کا

ادیبوں کو حکومت ہریانہ کا اعزاز

چنڈی گڑھ۔ ہریانہ کے گورنر جناب بی۔ این چکرورتی نے اردو ادیب خواجہ احمد عباس، ہندی ادیب سن چند اور سنسکرت کے عالم اچاریہ بھگوان دیو کو پانچ پانچ ہزار کی تھیلیاں اور ایسینڈان پتر پیش کیے۔ انھیں یہ اعزاز حکومت ہریانہ کی زبانوں سے متعلق شعبہ نے ان کی ادبی خدمات کے سلسلے میں دیا ہے۔ (قومی آواز)

کلکتہ میں شاعروں کی کانفرنس

کلکتہ۔ کلکتہ میں پہلی بار شاعروں کی ایک آل انڈیا کانفرنس رانیڈو ۱۲ میں ۱۲، ۱۳، اور ۱۴ اپریل کو ہوگی اس کانفرنس میں مختلف ریاستوں کے ۱۲ زبانوں کے شعرا شرکت کریں گے۔ کانفرنس کے پہلے دن کے اجلاس کا افتتاح مرکزی وزیر تعلیم جناب نورالحسن کریں گے آرگنائزروں کا کہنا ہے کہ اس قسم کی کانفرنس سے لسانی منافرت دور کرنے میں مدد ملے گی۔ (آزاد ہند)

پرسکار یوجنا سمتی اترپردیش کا اعلان

لکھنؤ ۲ اپریل۔ حکومت اترپردیش ۷۵-۱۹۷۴ کے دوران ادب سائنس قانون اور اصول قانون، فلسفہ اور تاریخ وغیرہ سے متعلق کتابوں پر ۱۵۰۰ روپے کے انعامات تقسیم کرے گی۔ ریاستی حکومت نے ان انعامات کے لیے ہندوستان بھر کے مصنفوں اور مترجموں سے ہندی، اردو اور سنسکرت کی اعلیٰ معیار کی تخلیقات اور ترجمے طلب کیے ہیں۔ انعامات دینے کے لیے صرف یکم جنوری ۱۹۷۴ اور ۳۱ دسمبر ۱۹۷۵ کے درمیان شائع شدہ کتابوں پر ہی غور کیا جائے گا۔ ہر کتاب کے ۵ نسخے سکریٹری پرسکار یوجنا سمتی، ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ کرشن ہاؤس لکھنؤ کو ۳۰ مئی ۱۹۷۶ تک وصول ہو جانا چاہیے۔ (آزاد ہند)

پروفیسر آل احمد سرور اعزازی جنرل سکریٹری

انجمن ترقی اردو ہند۔ ایک تعارف

۱۹۰۳ء کی بات ہے کہ اسی شہر دلی میں انجمن ترقی اردو کی بنا پڑی تھی۔ کچھ سال شمالی ہند میں بسر ہوئے پھر جنوب میں اورنگ آباد پہنچی وہاں اسے دکن کے تاج محل کے پڑوس میں عارضی ٹھکانا ملا۔ اس کا "اردو باغ" نام پڑا۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء تک وہیں رہی۔ آخر حالات [illegible] ان سے آئی جو نہ بدلے چلے، نومبر ۱۹۳۸ء میں اسے دلی لائے، [illegible] کے مکانوں میں جگہ ملی۔ چند ہی سال گزرے تھے کہ ۱۹۴۷ء میں آزادی کی فرحت جو [illegible] اور افراط میں آندھی بن گئی۔ اچھے برے سب اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ مولانا ابوالکلام [illegible] اور پرسہ دینے والوں کی بیچ رہے ان کی علم دوستی نے انجمن کے [illegible] کو تباہی سے بچایا اور یہ غریب جان بچا کر علی گڑھ میں پناہ گزیں ہوئی۔ وہاں ۲۰ سال سے کرائے کے مکان [illegible] رہی ہے۔

اب اس کے دن پھرے ہیں پھر اپنے وطن لوٹ رہی ہے اور اپنی ایک [illegible] کٹیا بنا [illegible] ہے جسے دنیا "اردو گھر" کے نام سے پکارے گی۔

انجمن کا ماضی اور حال جدوجہد کی ایک لمبی کہانی ہے جو ۶۵ سال کا پھیلاؤ رکھتی ہے مختصر یہ کہ اس ادارے کے قائم کرنے کا مقصد جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اردو ترقی دینا اور اس میں علمی ادبی اور پیاری زبان کے سرمائے میں اضافہ کرنا اور اسے عالمی معیار تک لے جانا ہے۔ اس کے بنانے اور سنوارنے میں ملک کے ہر صوبے، ہر فرقے اور ہر زبان کا حصہ ہے بلکہ دنیا کی اور زبانوں کا ہاتھ بھی ہے اس لیے یہ پوری قوم کی پونجی ہے۔ یہ بات ہمارے بزرگوں کے ذہن میں ذتی واضح اور صاف تھی کہ جب سے انجمن قائم ہوئی ہے اس کے پروان چڑھانے میں بلا تفریق مذہب و ملت سب لوگ شریک رہے ہیں۔ اس کے سب سے پہلے صدر مشہور مغربی عالم مسٹر آرنلڈ اور سب سے پہلے سکریٹری بہت بڑے ادیب علامہ شبلی تھے۔ مسٹر آرنلڈ کے بعد نواب محسن الملک، صاحبزادہ آفتاب احمد خاں، نواب عماد الملک، سر راس مسعود، سر تیج بہادر سپرو، ڈاکٹر ذاکر حسین، خواجہ کرنل بشیر حسین زیدی صدر رہے اور آج کل پنڈت ہردے ناتھ کنزرو اس کے صدر و سربراہ ہیں۔

سکریٹریوں میں علامہ شبلی کے بعد مولانا حبیب الرحمان خاں شروانی، عزیز مرزا، مولوی عبدالحق، قاضی عبدالغفار رہے۔ اس کے اراکین اور ہمدردوں میں ڈاکٹر انصار خاں، ڈپٹی نذیر احمد، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، ابوالکلام آزاد، مہاراجہ کشن پرشاد شاد، پنڈت دتاتریہ کیفی، حکیم محمد اجمل خاں، پنڈت کشن پرشاد کول، ظفر علی خاں، پریم چند، راجندر پرشاد اور بہت سے نامی گرامی بزرگ ہیں جن کی فہرست ان صفحوں میں سما نہیں سکتی۔ موجودہ لوگوں میں انجمن کی مجلس عام کے اراکین اور دیگر ہمدردوں کی فہرست پر نظر ڈالنے تو معلوم ہوگا کہ اس کی مقبولیت اور ہردلعزیزی ملک کے ہر طبقے میں کس قدر عام ہے۔

یہ بات کچھ کم فخر کی نہیں ہے کہ ابتدا میں انجمن نے جب چند ہمدرد اور سرپرست ایسے بنائے جنھیں پانچ [illegible] سے پانچ سو تک یکمشت چندہ دینا پڑتا تھا تو ایسے چھیاسی اصحاب میں [illegible] اور ۲۳ ہندو تھے ان میں بھی سرفہرست جن بزرگ کا نام تھا وہ راجا امانت سنگھ، بلونت جاگیردار ودم کنڈہ کا تھا۔ یہ بھی ایک حسن اتفاق ہے کہ انجمن نے سب سے پہلا انعام جس اردو مصنف کو دیا وہ مترجم منشی تیرتھ رام پرشاد ورما تھے اور کتاب "پیغمبران ہند" تھی جس میں سری کرشن جی، گوتم بدھ اور چند

مذہب کے اصول و عقائد کا تذکرہ تھا۔ یہ آج سے تقریباً چالیس پچاس سال پہلے کی بات ہے۔ درحقیقت انجمن کی یہ سیکولر روش آج کل کے حالات کا نتیجہ نہیں ہے، آغاز ہی سے اس کا یہ مزاج رہا ہے۔

انجمن کا اصلی کام اردو زبان کا فروغ اور اسے زمانہ قدیم و حال کے علمی خزانوں سے مالا مال کرنا ہے۔ اس سلسلے میں انجمن نے ناسازگار حالات میں بھی بے اعتنائی یا غفلت نہیں برتی۔ اس کی تصانیف، تالیفات اور تراجم میں دنیا کے کلاسیکی ادب کے مشہور شاہکار، مغربی مشرقی زبانوں کی اہم کتابیں، جدید و قدیم علوم و فنون کا قابل لحاظ ذخیرہ فراہم ہو گیا ہے اب تک لگ بھگ ۲۰۰ کتابیں چھپ چکی ہیں بعض کتابیں کئی کئی بار چھپی ہیں۔ ان کے علاوہ مالی بے بضاعتی کی وجہ سے بہت سے مسودے دو دو چار چار سال سے اشاعت کے انتظار میں پڑے ہوئے ہیں اور ہر سال بہت سے مصنفوں سے بڑے [illegible] کے ساتھ معذرت کرنا پڑتی ہے۔

انجمن کی مطبوعات میں چند کتابیں تو بہت زیادہ مقبول اور کارآمد ثابت ہوئی ہیں خصوصاً دونوں انگریزی اردو ڈکشنریاں، اردو ہندی لغت، اصطلاحات پیشہ وراں، اردو صرف و نحو، دیوان غالب (نسخۂ عرشی)، ریاست، (ترجمہ افلاطون) اور دوسری کئی کتابیں۔

انجمن نے ۱۹۲۱ء سے ایک سہ ماہی رسالہ "اردو" جاری کیا جو ۱۹۵۰ء سے اردو ادب کے نام سے شائع ہو رہا ہے اور اردو کے اونچے معیاری رسالوں میں اس کا شمار ہے۔ منشی پریم چند نے اس کے متعلق بڑا دلچسپ جملہ فرمایا تھا کہ "یہ اردو رسالوں کا سپہ سالار ہے" ایک خصوصیت اس رسالے کی یہ بھی ہے کہ جس زمانے میں اردو مصنف مضمون کے معاوضے سے ناآشنا تھے رسالہ اپنی بساط کے مطابق معاوضہ پیش کرتا تھا اور اب تک اسی چلن پر قائم ہے۔

انجمن نے ایک اور سہ ماہی رسالہ "سائنس" کے نام سے نکالا تھا وہ مالی دشواریوں اور ناقدری کی وجہ سے نہ چل سکا۔

انجمن سے ایک پندرہ روزہ اخبار "ہماری زبان" برابر نکلتا رہا ہے یہ اخبار ۱۹۳۹ء سے آٹھ صفحوں پر شائع ہوتا تھا رفتہ رفتہ اخبار کے پڑھنے والوں کی تعداد بڑھی اور ان کی تشنگی کا تقاضا یہ ہوا کہ اخبار ہفتہ وار کر دیا جائے۔ یکم دسمبر ۱۹۵۰ء سے اخبار ہفتہ وار کر دیا گیا اور ضخامت بارہ صفحے کر دی گئی پھر بھی دامن کی تنگی کا گلہ باقی ہے اور قدر و قیمت کا یہ عالم ہے کہ لوگ فائل رکھتے ہیں اور تاریخ مقررہ پر منتظر رہتے ہیں۔ ڈاک خانے کی غلطی یا کسی وجہ سے دیر پہنچے تو دفتر شکایتوں کا ہدف بنتا ہے یہ مقبولیت دل خوش کن ہے مگر حوصلہ افزا نہیں کیونکہ اس کے قدردانوں کی تعداد محدود ہے اس صحافتی عصر میں ہزار پندرہ سو کی اشاعت بھی کوئی اشاعت ہے۔

انجمن کا ایک بڑا سا کتب خانہ بھی ہے اپنے مخطوطات اور بعض نوادر کی وجہ سے ملک کے مشہور کتب خانوں میں اس کا شمار ہے۔ اس میں مخطوطات کے علاوہ پرانی مطبوعہ نادر کتب و رسالوں کا بھی اچھا خاصا ذخیرہ ہے۔ حوالے کی کتابیں، دواوین اور لغت بہت سی جمع کر لی گئی ہیں اور کی جا رہی ہیں اس کتب خانے میں ۱۵۶۸۶ کتابیں ہیں جن میں مخطوطات کی تعداد ۱۳۲۱ ہے۔ دکھنی زبان کا ذخیرہ دنیا کی کسی لائبریری میں اس سے زیادہ اور اچھا نہیں ہے۔ دور دور سے اہل تحقیق آتے ہیں اور اس کتب خانے سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

انجمن میں ایک شعبۂ لغت بھی ہے جس کا کام سرمائے کی کمی کی وجہ سے فی الحال

رکا ہوا ہے۔ اب تک تقریباً ۴۰ ہزار الفاظ کے کارڈ بن چکے ہیں۔ ابھی یہ کام بہت وقت اور صرفہ چاہتا ہے۔ بہرصورت اسے ملتوی رکھنا پڑا۔

انجمن کا تنظیمی نظام ملک بھر میں پھیلا ہوا ہے۔ حال ہی میں اس نظام کو جمہوری رنگ دے دیا گیا ہے۔ درجہ بدرجہ مقامی شاخ سے ضلعی، ضلعی سے ریاستی شاخیں بنتی ہیں اور ہر ریاستی شاخ اپنا ایک نمائندہ تین سال کے لیے مرکز میں بھیجتی ہے۔ اس وقت ملک میں کل ملا کر ۱۸ ریاستی شاخیں اور ۵۰۰ مقامی شاخیں ہیں۔ یو۔ پی۔ کے کم و بیش دو لاکھ ممبر ہیں سب سے زیادہ ممبر یہیں سے بن رہے ہیں۔

انجمن کے پروگرام میں کل ہند کانفرنس بھی ہے۔ اور آزادی کے بعد ملکی معاشی اور سیاسی حالات کی وجہ سے زیادہ کانفرنسیں نہ ہو سکیں۔ اب تک صرف چار کانفرنسیں علی گڑھ، دلی، کانپور اور ... میں ہوئیں ہر جگہ اس کا گرمجوشی کے ساتھ خیر مقدم ہوا۔ حکومتوں کے گورنر، وزیر، لیڈر، ادیب، اور عوام کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ دلی کی کانفرنس میں ادیبوں، شاعروں، معززین شہر اور لیڈروں کے علاوہ اس وقت کے وزیر اعظم ہمارے محبوب رہنما پنڈت جواہر لال نہرو اور محترم وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد نیز اس وقت کے وزیر داخلہ اور اس وقت کے جنرل سکریٹری کانگریس ... نے بھی شرکت کی تھی۔

۔۔ دوسری جگہوں پر بھی وہاں کے گورنروں، وزیروں، ادیبوں، شاعروں، لیڈروں اور عوام نے کانفرنسوں میں بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیا۔

انجمن اردو کی ایک ایسی جماعت ہے جس کا تعلیمی مزاج ہے۔ یہ ہنگاموں اور شور و غل سے دور رہتی ہے۔ اس کے ممبر ملک کے دستور کی صداقت اور جمہوریت کے عقیدہ پر پکا یقین رکھتے ہیں۔ اپنے عوام پر پورا اعتماد رکھتے ہیں۔ اس لیے کوئی ناانصافی ہوتی ہے تو جمہوری دستور اور قانون کے راستے اپنی بات منوانے کی کوشش کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آزادی کے بعد بہت سی غلط فہمیاں دانستہ و نادانستہ پھیلائی گئیں اور اہل سیاست میں سے چند عاقبت نااندیش گروہ اور افراد نے اردو کا چہرہ مسخ کرکے اور اس کا پچھلا ریکارڈ بگاڑ کر پبلک کے سامنے پیش کیا۔ بعض حکومتوں نے بھی بے اعتنائی برتی اور دستور کی اسپرٹ اور وقار کو پس پشت ڈال دیا تو ہم بھڑکے نہیں اور نہ آپے سے باہر ہوئے۔ ہماری سچی پکار آہستہ آہستہ فضا میں پھیلتی رہی۔ یو۔ پی۔ سے ۲۲ لاکھ اور بہار سے دس لاکھ اردو دوستوں کے دستخط کا محضر راشٹرپتی کی صدارت میں پیش ہوا۔ اور اس سے زیادہ یہ کہ ہمارے استقلال نے ایسی راہیں تلاش کرلیں جس سے غلط فہمی کے بادل چھٹ گئے۔ بہت سے مخالف اردو جو اندھیارے میں بھٹک رہے تھے صحیح راستے پر آ گئے اور آپ ہی سچائی کا دھیرے دھیرے اعتراف کر رہے ہیں۔ اب مطلع صاف ہو گیا ہے چند دنوں میں عالم دیکھے گا۔

اردو دوستوں کو مبارک ہو کہ آج انجمن کی عمارت "اردو گھر" کا سنگ بنیاد محترمہ اندرا گاندھی وزیر اعظم ہند کے دست مبارک سے رکھا جائے گا۔

فہرست اراکین انجمن

۱۔	پنڈت ہردے ناتھ کنزرو	(صدر)	دلی
۲۔	پنڈت آنند نرائن ملا	(نائب صدر)	لکھنؤ
۳۔	خواجہ غلام السیدین	(نائب صدر)	دلی
۴۔	ڈاکٹر سید عابد حسین		دلی
۵۔	پنڈت سندر لال		دلی
۶۔	ڈاکٹر عبدالعلیم		علی گڑھ
۷۔	پروفیسر رشید احمد صدیقی		علی گڑھ
۸۔	محمد فضل الرحمن		علی گڑھ
۹۔	ڈاکٹر مختار الدین احمد		علی گڑھ
۱۰۔	پروفیسر عبدالقادر سروری		سری نگر
۱۱۔	قاضی محمد عدیل عباسی		بستی
۱۲۔	بیگم انیس قدوائی		دلی
۱۳۔	مفتی عتیق الرحمن		دلی
۱۴۔	کرنل بشیر حسین زیدی		دلی
۱۵۔	پروفیسر سید احتشام حسین		الہ آباد
۱۶۔	ڈاکٹر گیان چند جین		جموں
۱۷۔	گوپی ناتھ امن		دلی
۱۸۔	مولوی حبیب الرحمن		حیدرآباد
۱۹۔	مسز حمیدہ سلطان		دلی
۲۰۔	حیات اللہ انصاری		لکھنؤ
۲۱۔	بیگم سلطانہ حیات		لکھنؤ
۲۲۔	مولانا امتیاز علی عرشی		رامپور
۲۳۔	ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی		دلی
۲۴۔	پروفیسر سید مسعود حسن رضوی		لکھنؤ
۲۵۔	ڈاکٹر مسعود حسین خاں		حیدرآباد
۲۶۔	شاہ معین الدین احمد ندوی		اعظم گڑھ
۲۷۔	ڈاکٹر راج بہادر گوڑ		حیدرآباد
۲۸۔	راجندر سنگھ بیدی		بمبئی
۲۹۔	سید سجاد ظہیر		دلی
۳۰۔	سید شہاب الدین دسنوی		بمبئی
۳۱۔	سکندر علی وجد		اورنگ آباد
۳۲۔	ڈاکٹر تارا چند		دلی
۳۳۔	گنگا شرن سنگھ		دلی
۳۴۔	مالک رام		دلی
۳۵۔	ڈاکٹر اختر اورینوی		پٹنہ
۳۶۔	ڈاکٹر محمد حسن		دلی
۳۷۔	شمیم احمد شمیم		سری نگر
۳۸۔	سری نواس لاہوٹی		حیدرآباد
۳۹۔	ڈاکٹر گوپی چند نارنگ		دلی
۴۰۔	پروفیسر آل احمد سرور	جنرل سکریٹری	علی گڑھ

حکومت ہند کے دو نمایندے

ریاستی شاخوں کے نمایندے

پیامات تقریب سنگ بنیاد اردو گھر

نائب صدر جمہوریہ ہند

اردو گھر کی تقریب سنگ بنیاد کے موقع پر میں اس کی کامیابی کے لیے اپنی نیک تمنائیں بھیجتا ہوں۔

نائب وزیر اعظم ہند

اردو زبان قطع نظر سرکاری سرپرستی کے قومی زندگی میں ایک اہم مقام کی مالک رہی ہے یہ ایک طرح دار زبان ہے۔ اس میں انسانی جذبات و خیالات کی بہترین ترجمانی ملتی ہے اس کی شاعری کا سرمایہ اس زبان کی شاندار میراث ہے۔

مجھے بڑی خوشی ہے کہ اس کی ترقی کے لیے کوششیں ہو رہی ہیں اور ہماری وزیر اعظم ۲۲/مارچ ۶۸ء کو اردو گھر کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھ رہی ہیں۔ اس موقع پر تقریب کی کامیابی کا متمنی ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اردو زبان روز بروز پھلتا پھولتا رہے گا۔

ڈی۔ کے۔ آر۔ دی۔ وراوی۔ مرکزی وزیر رسل و رسائل

اردو گھر کی تقریب سنگ بنیاد کے موقع پر میں اس کی کامیابی کے لیے نیک تمنائیں بھیجتا ہوں۔

پروفیسر شانتی کوٹھاری
پروجکٹ چیرمین انڈین انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن

پروفیسر کوٹھاری اردو گھر کی تقریب سنگ بنیاد کے موقع پر اپنی نیک خواہشات بھیجتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اردو گھر معراج کمال تک پہنچے۔

پیام صدر جمہوریہ ہند

مجھے یہ معلوم کرکے انتہائی مسرت ہوئی کہ انجمن ترقی اردو ہند کی جانب سے دہلی میں "اردو گھر" کی تعمیر کا کام شروع ہو رہا ہے۔ یہ معلوم کرکے اور بھی خوشی ہے کہ اس گھر کا سنگ بنیاد ہماری ہردلعزیز وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے ہاتھوں رکھا جا رہا ہے ظاہر ہے کہ اس سے اردو والے طبقوں میں خوشی اور اطمینان کی لہر دوڑ جائے گی اور ان کا کام کرنے کا حوصلہ بڑھ جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اردو کی ترقی کے لیے اس گھر کی تعمیر ایک ایسا نیک شگون ہے جس سے ان لوگوں کو بڑی تقویت ملے گی جو اردو کو پروان چڑھانے میں دن رات اپنی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اردو کا مقام ہماری قومی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اس لیے کہ یہ اس تمدنی مفاہمت کا نشان ہے جس کی بنیاد پر ہماری متحدہ قومیت کی عمارت اٹھے گی۔

میری دعائیں اور نیک خواہشات ان سب بہی خواہان اردو کے ساتھ ہیں جو اردو اور "اردو گھر" کی تعمیر و ترقی کی جد و جہد میں مصروف ہیں۔ خدا آپ سب کی کوششوں کو کامیاب فرمائے۔

دستخط
ذاکر حسین

شری ایس۔ جے۔ پوری ممبر پارلیمنٹ

اردو گھر کی تقریب سنگ بنیاد کی کامیابی کے لیے اپنی نیک خواہشات بھیجتا ہوں۔

سی ڈی۔ ڈیش مکھ۔ انڈیا انٹرنیشنل سنٹر

اردو گھر کی تقریب سنگ بنیاد کی کامیابی کی نیک تمنائیں بھیجتا ہوں۔

امتیاز علی عرشی۔ رام پور

میری دلی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں خدا کرے انجمن کی عمارت کا سنگ بنیاد اس کی نشاۃ ثانیہ کا سنگ میل ثابت ہو۔

پروفیسر حبیب الرحمٰن۔ حیدر آباد

خدا کرے یہ تقریب ہر لحاظ سے کامیاب ہو اور اردو کے تعلق سے حکومت کی پالیسی میں خوشگوار تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

سری نواس لاہوٹی
حیدر آباد

اردو گھر کی رسم سنگ بنیاد کی تقریب کی کامیابی کا متمنی ہوں۔

ان کے علاوہ اور پیامات بھی آئے ہیں۔ اردو وزیر تعلیم ڈاکٹر تری گنا سین، وزیر سیر و سیاحت ڈاکٹر کرن سنگھ مہاراج، کانگریس دیوی، مسٹر ایم آر مسانی، ایم سی سیتلواڈ، منموہن سنگھ ممبر پارلیمنٹ، ایس جی بیری، ملک واشن چیرمین ڈی ڈی اے وغیرہ نے اپنی اس روز دہلی میں عدم موجودگی یا کسی اور مصروفیت کی وجہ سے شرکت سے معذرت چاہی۔

ادبی حلقہ انجمن ترقی اردو

(ہند)

حلقے کی رکنیت کی فیس سالانہ ۳۰ روپے یک مشت یا تین قسطوں میں۔ حلقہ ممبروں کو ہر سال ۲۵ روپے کی کتابیں، اور انجمن کا سہ ماہی رسالہ اردو ادب قیمتی بارہ روپے اور ہفتہ وار ہماری زبان قیمتی پانچ روپے کل ۴۲ روپے کی مطبوعات پیش کرے گا۔ مزید تفصیلات کے لیے دفتر انجمن سے خط و کتابت کیجیے۔

انجمن ترقی اردو۔ ہند۔ علی گڑھ

تقریب سنگ بنیاد "اردو گھر"

انجمن ترقی اردو ہند کی عمارت "اردو گھر" کا سنگ بنیاد ۲۳ مارچ ۱۹۶۸ء کو محترمہ اندرا گاندھی وزیر اعظم ہند نے راؤز ایونیو نئی دلی میں رکھا۔

راؤز ایونیو نئی دلی میں سپریم کورٹ اور تلک برج کے قریب ہے۔ یہاں سے دلی دروازہ، ترکمان گیٹ، رام لیلا گراؤنڈ، جامع مسجد اور میر درد روڈ بھی دور نہیں اس لیے اسے پرانی اور نئی دلی کا سنگم کہہ سکتے ہیں۔

انجمن کو جس چوڑی سڑک اور کھلی فضا میں جگہ ملی ہے وہاں آس پاس چند ادبی، تعلیمی اور مختلف اداروں کو دفتر دیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ سوسائٹیوں، انجمنوں اور اداروں کا ایک محلہ بن گیا ہے، جہاں ادارے ہی ادارے ہوں گے، سکونتی مکان نہ ہوں گے۔ آبادیوں کے شور و شغب اور ہنگاموں سے دور ایک پرسکون ماحول ہوگا، جہاں علمی اور تعلیمی کام کرنے والوں کے لیے بڑی اچھی فضا میسر آئے گی، اور جب یہاں جلسے اور اجتماع ہوں گے تو نئی اور پرانی دلی والوں کو اکٹھا ہونے میں دقت نہ پیش آئے گی۔

راؤز ایونیو کے پلاٹوں میں سے انجمن کا قطعہ پلاٹ نمبر ۱۲ پر پڑا۔ ۲۳ مارچ کی شام کو یہاں ایک وسیع، خوبصورت اور سادہ شامیانے میں "اردو گھر" کے سنگ بنیاد کی تقریب منائی گئی۔

اسٹیج کے ایک طرف انجمن کی قدیم و جدید تقریباً چار سو مطبوعات کی نمائش بڑی خوش سلیقگی کے ساتھ ترتیب دی گئی تھی جس کے قریب ایک بلند میز پر انجمن کی مجوزہ عمارت "اردو گھر" کا ماڈل (نمونہ) رکھا ہوا تھا اور عمارت سے متعلق چند نقشے آویزاں تھے۔ دوسری طرف سنگ بنیاد تقریباً دو فٹ چوڑا تین فٹ لمبا سیاہ سنگ مرمر کا زنجیروں میں ٹنگا ہوا تھا۔ اس سیاہ سنگ مرمر پر اردو میں نہایت خوش خط نستعلیق عبارت سنہری حرفوں میں کندہ تھی۔ عبارت کے آخر میں ایک طرف صدر انجمن پنڈت ہردے ناتھ کنزرو کا اسم مبارک دوسری طرف سیکرٹری جنرل ہماری زبان صاحب کا نام ثبت تھا۔ سیاہ چمکدار سنگ مرمر پر سنہرے خوشنما حرفوں کی کندہ عبارت عجب بہار دکھا رہی تھی۔ دیکھنے والوں کی زبانیں بے اختیار عروس جمیل دہ لباس حریر کہہ اٹھی تھیں۔

ساڑھے پانچ بجے تک اردو دوستوں کے ہر طبقے کے لوگوں سے پنڈال بھر گیا تھا۔ ان میں طلبہ بھی تھے، اساتذہ بھی، مصنف، شعراء، ناشر، ادیب، دانشور، وزراء، صحافی، اراکین پارلیمان، سفراء اور دیگر مشاہیر۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، غرض ہر مذہب و ملت کے اردو دوستوں کا ایک گلستاں کھلا ہوا تھا۔

حاضرین میں جن کرم فرما احباب کو دیکھا ... پانچ بجے گئے ... ٹھیک پانچ بج کر چالیس منٹ پر مہمان خصوصی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے قدم رنجہ فرمایا۔ شامیانے کے قریب جب وہ پہنچیں، صدر انجمن، دونوں نائب صدر، جنرل سکریٹری اور اراکین انجمن نے باب داخلہ پر ان کا استقبال کیا اور اپنے جلو میں اسٹیج تک لائے۔ حاضرین نے تعظیم دی۔ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ صدر انجمن نے گلابی فیتوں میں بندھے ہوئے انجمن کی چند کتابوں کے دو بنڈل پیش کیے جسے مہمان عزیز نے قبول کیا۔ کرنل بشیر حسین زیدی نے گلپوشی کی رسم ادا کی اور جامعہ کے بچوں کی ایک ٹیم نے "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" کا ترانہ شیریں سروں میں سنایا اور تقریب کا آغاز ہو گیا۔

جنرل سکریٹری نے صدر مملکت، نائب صدر، اور نائب وزیر اعظم کے پیامات تہنیت سنائے۔ صدر انجمن نے خیر مقدمی تقریر کی اس کے بعد وزیر اعظم نے سادہ اور صاف اردو میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے چاندی کی خوشنما کرنی میں مسالا لے کر بنیاد کا پتھر استوار کیا۔ سارے پنڈال میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ پھر پروگرام کے مطابق نائب صدر انجمن آنند نرائن ملا صاحب نے آفریں و تحسین کے نعروں میں مختصر تقریر فرمائی، پروفیسر آل احمد سرور جنرل سکریٹری نے اپنی ایک نظم بڑے پرجوش لہجے میں سنائی جو اسی موقع کے لیے لکھی گئی تھی۔ پوری نظم داد و تحسین کی صداؤں میں سنی گئی۔

آخر میں دوسرے نائب صدر خواجہ غلام السیدین صاحب نے ایک اثر کے انداز میں مہمان خصوصی کا شکریہ ادا کیا جس کی بلاغت اور فصاحت سے سب محظوظ ہوئے۔ جن گن من کے قومی ترانے پر یہ پرلطف اور خوشیوں سے معمور تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

صدر انجمن کی خیر مقدمی تقریر کا خلاصہ

پنڈت ہردے ناتھ کنزرو صدر انجمن ترقی اردو ہند وزیر اعظم کا خیر مقدم کرتے ہوئے سب سے پہلے ہندوستان کے معمار اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو خراج عقیدت پیش کیا جنھوں نے گاندھی جی کی رہنمائی میں ہندوستان کی آزادی کی مہم سر کی اور ہندوستان کو جمہوریت اور سیکولرزم کی راہ پر چلنا سکھایا۔ انھوں نے فرمایا:

> "جواہر لال نہرو ہماری اس مشترک تہذیب کے سچے عاشق تھے جس کی رنگا رنگی ہماری بہت بڑی دولت ہے۔ اس مشترک تہذیب کا ایک شاندار نمونہ ہماری اردو زبان ہے جسے دوسری ہندوستانی زبانوں کے ساتھ ایک قومی زبان کا درجہ حاصل ہے۔ جواہر لال نہرو کی بیٹی اور مادر ہند کی مایۂ ناز دختر سے ہمیں پورا امید ہے کہ وہ ہماری مشترک تہذیب کے انمول رتن اردو زبان کے ساتھ کسی قسم کی بے انصافی یا زیادتی نہ ہونے دیں گی اور ان تمام علاقوں میں جہاں اردو بولنے والوں کی قابل لحاظ آبادی ہے اردو کی تعلیم اور اس کے چلن کے لیے تمام ضروری سہولتیں فراہم کریں گی۔"

پنڈت کنزرو نے انجمن ترقی اردو ہند کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا: انجمن ۱۹۰۳ء میں وجود میں آئی اور ۱۹۲۱ء سے ایک آزاد ادارے کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ ۱۹۳۸ء تک اس کا صدر دفتر اورنگ آباد میں رہا اور پھر دلی آگیا جہاں ۱۹۴۷ء کے فسادات کے زمانے میں اس کے دفتر پر حملہ ہوا اور مالی اور جانی نقصان کے علاوہ بہت سے قیمتی کاغذات اور کتابیں ضائع ہو گئیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اس کے دفتر کی حفاظت کا انتظام کیا اور پھر ان کے مشورے سے اس کے صدر ڈاکٹر ذاکر حسین جناب ہمارے راشٹرپتی ہیں اسے علی گڑھ لے گئے جہاں اس کا دفتر ایک کرائے کی عمارت

گیا ہے۔ اس وقت سے ہماری یہ کوشش تھی کہ ہم پھر انجمن کے دفتر کو دہلی لا سکیں۔ مرکزی وزارت تعلیم نے بھی ہم پر زور دیا۔ گو زمین کی دستیابی میں خاصا وقت صرف ہوا۔ بالآخر ہمیں رعایتی شرح پر چوتھائی ایکڑ زمین مل گئی ہے اور امید ہے کہ تارا چند کمیٹی کی سفارش کے مطابق عمارت کی تعمیر کے لیے بھی گرانقدر امداد مل جائے گی تاکہ ہم اردو گھر کے ذریعے سے اردو زبان و ادب کی بقا اور ترقی کے لیے کام کر سکیں اور اردو کے وسیلے سے اپنے دیس اور انسانیت کی خدمت کر سکیں۔ پنڈت کنزرو نے بتایا کہ انجمن اب تک چار سو کے قریب کتابیں شایع کر چکی ہے اور ان میں بیرونی زبانوں کے شاہکاروں کے ترجمے، تذکرے، دیوان، مختلف علوم پر کتابیں، آکسفورڈ ڈکشنری کا ترجمہ، اردو ہندی لغت، کالیداس کی شکنتلا، افلاطون کی ریاست اور گوئٹے کا فاؤسٹ جیسی اہم کتابیں بھی ہیں۔ اس کا تحقیقی و تنقیدی رسالہ اردو ۱۹۲۱ء سے نکلنا شروع ہوا اور ۱۹۵۰ء سے اردو ادب کے نام سے شایع ہو رہا ہے۔ اس کا ہفتہ وار اخبار ہماری زبان، زبان و ادب کے متعلق ضروری معلومات فراہم کرتا ہے اور بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس نے ایک جامع اردو لغت تیار کرنے کا بھی پروگرام بنایا ہے جس کے سلسلے میں بیاسی ہزار کارڈ بھی تیار ہو چکے ہیں۔

آخر میں پنڈت جی نے کہا کہ ہمیں حکومت سے شکایت ہے کہ ابھی تک اردو کے حقوق کو تسلیم نہیں کیا گیا اور اس سلسلے میں صدر جمہوریہ، پنڈت جواہر لال نہرو، لال بہادر شاستری اور آپ سے بھی [illegible] کہ ہم اپنی شکایات پیش کر چکے ہیں مگر ابھی تک کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا لیکن اس موقع پر ہم ان شکایات کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے۔ اس کے لیے ہم دوسرے موقع نکال لیں گے۔ اس وقت تو ہمیں یہی کہنا ہے کہ اردو دوستوں میں اس وقت جو افسردگی اور بددلی ہے اس کا جلد دور ہونا ضروری [illegible]۔ اس کے بعد پنڈت کنزرو نے وزیراعظم کا شکریہ ادا کیا کہ وہ انجمن کی دعوت پر اردو گھر کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے تشریف لائیں اور ان سے درخواست کی وہ اپنے مبارک ہاتھوں سے یہ رسم انجام دیں۔

وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کی تقریر

محترمہ اندرا گاندھی نے فرمایا کہ اردو ہماری عوامی زندگی کی طرح ایک ملی جلی زبان ہے جس کا ملک کے کلچر میں ایک خاص حصہ ہے۔ یہ بڑی جاندار اور شاندار زبان ہے۔ اس نے اپنے دامن میں ملک کے سب لوگوں کی بول چال کا اچھا خاصا حصہ سمیٹ لیا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے روزمرہ کی بولی میں داخل ہیں۔ یہ ہمارے دیہات اور شہروں کی زبان میں رچی بسی ہے۔ ہر مذہب کے لوگوں نے اس کی خدمت کی ہے لیکن بدقسمتی سے اسے سیاست اور فرقہ واریت میں گھسیٹا گیا ہے۔ حالانکہ اس کا ان دونوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس زبان سے پورا انصاف نہیں ہوا ہے اور درحقیقت اردو کو جو نقصان پہنچا ہے وہ سارے ملک کا نقصان ہے۔ یہ بات لوگوں کے سمجھنے کی ہے۔ ہمیں سنجیدگی سے اس پر غور کرنا چاہیے۔

انھوں نے فرمایا کہ آج علم و ادب کی اشاعت کا زمانہ ہے۔ مغرب میں ایک کتاب چھپتے [illegible] ہفتے کے اندر ہی دوسری زبانوں میں اس کے ترجمے شایع [illegible] ان کے لوگ نئے نئے خیالات اور تازہ افکار سے واقف ہو جاتے ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ ہندوستان میں بھی ایسا ہی چلن رواج پائے اور ملک کی مختلف زبانوں میں عالمی ادب اور ذخیرے کے اچھے ترجمے میسر آئیں۔ انجمن نے یہ کام کچھ کیا ہے۔ توقع ہے کہ اب اردو گھر سے بڑے اور وسیع پیمانے پر سرانجام دے گا۔ انھوں نے فرمایا کہ ملک کی ایکتا ایک بنیادی اور مخصوص چیز ہے۔ کوئی اختلاف اور سطحی جھگڑا اس کی طاقت اور قوت کو کم نہیں کر سکتا۔ ہر اختلاف اور قضیہ محض ایک وقتی اور اوپری چیز ہے جن کا سہارا لے کر بعض لوگ اپنے بیچ میں نقلی دیواریں کھڑی کر لیتے ہیں۔ مہاتما گاندھی اور پنڈت نہرو نے ان دیواروں کو ڈھانے کی کوشش اور تدبیریں کیں۔ اسی طرح وہ ہمیشہ ہندوستان کو فروغ اور ترقی دیتے رہے۔ ہندوستانیت ہی میں سب کی سلامتی اور شان ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ اردو کو ملک کی راجدھانی میں گھر بنانے کا موقع ملا ہے۔ اب اسے بہت سی کام کرنے کی سہولتیں حاصل ہو جائیں گی۔ سب سے بڑا کام اتحاد کی مخالف طاقتوں کا مقابلہ کرنا ہے اور اس مہم میں ہر زبان کو اپنا اپنا حصہ ادا کرنا ہے۔ مجھے پورا بھروسہ ہے کہ اردو گھر اس کام میں بھرپور مدد دے گا۔

تقریر آنند نراین ملا

انجمن کے نائب صدر آنند نراین ملا نے شریمتی اندرا گاندھی کی شرافت ذاتی اور اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو ایک شریف زادی، دختر [illegible] خاتون، اندرا گاندھی کی حیثیت سے تو ہم نے یہاں آپ کی کرم فرمائی دیکھ لی اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وزیراعظم اندرا گاندھی اردو کے حق میں کیا کرتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ یہ شکوے شکایت کا موقع نہیں ہے لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ اردو ایک مظلوم زبان ہے۔ اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا جو زبان سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہے جو دنیا کی بڑی زبانوں میں چوتھے نمبر پر ہے اور ہندوستان کی زبانوں میں تیسرے نمبر پر ہے اسے ایک علاقائی زبان کہا جا رہا ہے اور اس کا کوئی علاقہ بھی متعین نہیں۔ جو زبان ایک مشترک ہندوستانی ثقافت اور تہذیب کی مظہر ہے جو ہر طرح اپنے بقا کی مستحق ہے اسے برابر نظر انداز کیا جا رہا ہے اور مٹانے کی کوشش جاری ہے۔ کہیں اس کا ٹھکانا نہیں۔ خیر اب اسے چند گز زمین تو مل گئی جسے اس کا گھر کہا جا سکے گا۔ آپ اردو دوستوں کے مطالبات کے ساتھ ہمدردی اور شنوائی کیجیے اور ہمارا ساتھ دیجیے پھر دیکھیے ہم آپ کے ہاتھ کس طرح مضبوط کرتے ہیں اور ہم کتنے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

خواجہ غلام السیدین کی تقریر

انجمن کے نائب صدر خواجہ غلام السیدین نے شریمتی اندرا گاندھی کا سب کی طرف سے شکریہ ادا کرتے ہوئے غالب کا یہ شعر پڑھا

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

ہم ان کو تو دیکھ رہے ہیں لیکن ابھی گھر نہیں دیکھ سکتے۔ خدا وہ دن جلد لائے کہ ہم گھر کو بھی دیکھ لیں۔ انھوں نے مہمان خصوصی سے خطاب کرتے ہوئے کہا آپ نے فرمایا کہ میں اردو نہیں جانتی لیکن جس سادہ زبان میں ابھی ابھی آپ نے تقریر فرمائی ہے یہی تو اردو ہے۔ کسی زبان کے جاننے اور سمجھنے کے لیے پڑھنا لکھنا آنا ضروری نہیں ہے۔ اردو کے متعلق بعض لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ اس میں ہندی الفاظ کی گنجائش نہیں ہے حالانکہ ایسے عام فہم اور اردو کے مزاج کے مطابق نہ صرف ہندی الفاظ بلکہ دوسری زبانوں کے لفظ بھی اردو نے بڑی

ذولیت اپنائی ہیں اور اپنائی جا رہی ہیں۔ میری اس بات کی تائید اردو کی اہم تصانیف سے ہو سکتی ہے کسی بھی کتاب کا کوئی صفحہ اٹھا کر دیکھئے اس کے ہر ہر جملے سے اس کا ثبوت ملے گا یہی اس کا کردار اور اس کی طاقت اور عوام میں مقبولیت کا باعث ہے۔ اس زبان کی ضیاء اور روشنی ملک کے چپے چپے میں پھیلی ہوئی ہے یہ چراغ پھونکوں سے بجھایا نہ جا سکے گا۔

سیدین صاحب نے فرمایا اردو ایک جاندار زبان ہے اس کے فروغ اور ارتقا میں مختلف مذہبوں اور فرقوں کے لوگوں کا ہاتھ ہے تعارف کے اس کتابچے میں اس کی اچھی ترجمانی کی گئی ہے

"یہ بات کچھ کم فخر کی نہیں ہے کہ ابتدا میں انجمن نے جب چند ہمدرد اور سرپرست ایسے بنائے جنھیں پانچ ہزار سے پانچ سو تک یکمشت چندہ دینا پڑتا تھا تو ایسے چھیاسی اصحاب میں سے ۵۸ غیر مسلم تھے اور ۲۲ ہندو تھے ان میں بھی سرفہرست جن بزرگ کا نام تھا وہ راجا امانت راؤ مہاراجہ جاگیردار وہم کنڈہ کا تھا یہ بھی ایک حسن اتفاق ہے کہ انجمن نے سب سے پہلا انعام جس اردو مصنف کو دیا وہ مترجم منشی راجن پرشاد ورما تھے اور کتاب بھیبران ہند تھی جس میں سری کرشن جی گوتم بدھ اور ہندو مذہب کے اصول و عقائد کا تذکرہ تھا یہ آج سے تقریباً چالیس پچاس سال پہلے کی بات ہے درحقیقت انجمن کی یہ سیکولر روش آج کل کے حالات کا نتیجہ نہیں ہے آغاز ہی سے اس کا یہ مزاج رہا ہے"

تعارف سے یہ اقتباس سنانے کے بعد موصوف نے فرمایا کہ ملک کے کچھ لوگ اردو کو اس کا جائز مقام دئے جانے کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ عاقبت نااندیش ہیں انھیں اندازہ نہیں ہے کہ اس قسم کے رجحان سے ملک کو کتنا نقصان پہنچتا ہے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اردو کسی زبان کی حریف ہے اور نہ ہندی سے اسے بیر ہے ہاں ہندی کو اس سے کوئی کھٹک ہو تو ہو اردو کو مطلق نہیں میرا تو یقین ہے کہ اردو سے ہندی کی ترقی کا راستہ ہموار ہوتا ہے اس سے ہندی کو بڑھنے اور پھیلنے میں مدد ملتی ہے۔ آخر میں سیدین صاحب نے وزیر اعظم کی انسان دوستی دانشمندی اور جرات کو سراہتے ہوئے کہا کہ آپ کی کرم فرمائی کا اراکین انجمن اور سب حاضرین کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور شکریہ صرف ماضی اور حال کی عنایتوں ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ مستقبل میں ہونے والی عنایتوں کا بھی اس میں اشارہ ہوتا ہے ہمیں یقین ہے کہ آپ کے اوصاف حمیدہ اور قابل ستائش کردار اردو کو سہارا دینے میں ممد و معاون ہوں گے اور اس کو اس کا جائز حق دلانے میں آپ کی توجہ مبذول رہے گی اور اس کی حفاظت و ترقی میں آپ کا دست کرم ہمیشہ شریک رہے گا تاکہ شترکہ تہذیب و کلچر کی یہ نشانی جس پر آپ کے نامور والد بزرگوار کو ناز تھا پھلے پھولے اور اپنے رتبے کو پہنچے۔

کچھ شرکت کرنے والے

شریمتی اندرا گاندھی وزیر اعظم
جناب پنڈت ہردے ناتھ کنزرو
صدر انجمن
جناب پنڈت آنند نرائن ملا
نائب صدر
ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین
نائب صدر
جناب کرنل بشیر حسین زیدی
سابق ... انجمن
جناب جسٹس ہدایت اللہ
محترمہ بیگم ہدایت اللہ
جناب شری آئی اے گجرال
وزیر پارلیمانی امور
جناب یونس سلیم نائب وزیر قانون
جناب پروفیسر محمد مجیب
وائس چانسلر جامعہ ملیہ
محترمہ بیگم پروفیسر مجیب
جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالعلیم
وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
ڈاکٹر تارا چند رکن انجمن
جناب سکندر علی وجد رکن انجمن
پروفیسر ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی رکن انجمن
پنڈت سندر لال ... نائب صدر
جناب مفتی عتیق الرحمن رکن انجمن
ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو رکن انجمن
محترمہ بیگم مختار الدین
ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ۔ رکن انجمن
جناب مالک رام ۔ رکن انجمن
ڈاکٹر محمد حسن ۔ رکن انجمن
جناب حیات اللہ انصاری، رکن انجمن
جناب محمد یونس خاں
سفیر متعینہ الجیریا
جناب اخلاق الرحمن قدوائی
ممبر پبلک سروس کمیشن
... [illegible]
صدر شعبہ جغرافیہ مسلم یونیورسٹی
ہز ایکسی لنسی سفیر سوویت یونین

مولانا سید اسعد میاں
ناظم عمومی جمیعتہ علمائے ہند
جناب شری رنبیر
جناب محمد شفیع ... جامعہ ملیہ
علامہ اخلاق دہلوی
جناب سید محمد جعفری
جناب ابو سالم
جناب بلراج کومل
جناب تنویر احمد علوی
جناب خوشتر گرامی
جناب محمد نوح فاروقی
محترمہ مسز نجمہ فاروقی
جناب قمر قرشوری
جناب غلام یحییٰ شہری
محترمہ زہرا سیدین
محترمہ ذکیہ ظہیر
جناب سکندر بخت
جناب عبداللطیف اعظمی
جناب محمد حسین استاد جامعہ
جناب مولوی حسین حسان ندوی
ایڈیٹر پیام تعلیم
جناب غلام ربانی تاباں
جناب شہاب جعفری
جناب کنور اخلاق محمد خاں شہریار
جناب محمود ہاشمی
جناب رشید حسن خاں
جناب عبدالقدیر
جناب مولوی نیاز الدین
جناب محمد عتیق صدیقی
جناب محمد مجیب خاں
جناب محمد ولی
جناب نذیر حسن زبیری
جناب فضل حق
جناب ... [illegible]
[illegible]
بیگم محمد حسن
عبدالرحمن ... [illegible]
... [illegible]

معاصرین

دہلی کا اردو گھر

پردھان منتری شریمتی اندرا گاندھی نے ۲۳ر مارچ کے روز دہلی میں اردو گھر کا سنگ بنیاد رکھا تو سوچنے اور سمجھنے والے کتنے ہی بھائیوں اور بہنوں کے سامنے اس دیش کا پورا اتہاس اس طرح اجاگر ہو اٹھا جیسے اندھیری رات میں بادلوں بھرا آکاش لمحہ بھر کے لیے بجلی سے منور ہو اٹھا ہو اور لمحہ بھر کے لیے اس دھرتی کا منظر چمک اٹھا۔

"اردو گھر" اس عمارت کا نام ہے جو نئی دہلی کی ایک سڑک پر بنے گی اور جس میں ہندوستان کی انجمن ترقی اردو کا نیا دفتر ہوگا۔ اس انجمن کا آغاز آج سے ۶۵ برس پہلے ۱۹۰۳ء میں ہوا۔ تب سے آج تک اس کے کتنے ہی صدر اور سکریٹری ہوئے کتنی ہی کتابیں اس نے شائع کیں۔ سنسکرت، فرنچ، عربی، فارسی، جرمن، روسی، انگریزی، اور کتنی ہی دوسری زبانوں کے شاہکار اس نے ترجمہ کرائے۔

۱۹۴۷ء کے انسانیت سوز فسادوں میں اس کا دفتر دریا گنج (دہلی) میں جلا دیا گیا اور متعدد کتابیں تباہ کردی گئیں۔ تو انجمن کا ہیڈ کوارٹر علی گڑھ میں منتقل کر دیا گیا۔ اب بھارت سرکار کی کرپا سے پھر یہ دفتر دہلی میں آئے گا۔ لیکن اردو کا تعلق صرف اس انجمن سے تو نہیں ۱۹۰۳ء سے پہلے بھی اردو پوری شان و شوکت سے موجود تھی، آج بھی اس ملک میں کروڑوں لوگ ہیں جو اردو بولتے، لکھتے اور جانتے ہیں۔ لیکن جنھوں نے شاید کبھی اس انجمن کا نام بھی نہ سنا ہو میرا یہ مطلب نہیں کہ انجمن ترقی اردو والوں کی ضرورت نہیں یا اس نے اردو کو سجانے، سنوارنے اور ترقی دینے کے لیے قابل قدر کام نہیں کیا۔ بلکہ یہ ہے کہ اردو اس انجمن سے بہت بڑی ہے۔ ہر انجمن سے بڑی ہے۔ اس کی عظمت اپنی خوبیوں کی وجہ سے ہے اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اس ہندوستانیت کی ترجمان ہے جو پچھلے ہزار برس میں اس دیس کے اندر ایک نئے روپ میں ابھری۔ ایک وقت تھا جب اردو والے بھی اردو کو ہندی سمجھتے تھے کیونکہ اس وقت یہی ہندوستان بھر کی سانجھی زبان تھی۔ اس سے پہلے پشتو تھی، پنجابی تھی، کشمیری تھی، برج تھی، اودھی تھی، بہاری تھی اور دوسری متعدد بھاشائیں تھیں۔ ہندی نام کی کوئی بھاشا اس دیش میں نہیں تھی صرف سو یا سوا سو برس پہلے "اردو" میں سنسکرت کے کچھ الفاظ شامل کرکے اردو سے دیوناگری لپی میں لکھ کر "کھڑی بولی" کا نام دیا گیا۔ بعد میں اسے "ہندی" کہا گیا۔ تاریخی پہچان یہ ہے کہ اردو سے اس "ہندی" کا جنم ہوا، جسے آج ہم زیادہ سنسکرت آمیز بناکر "راشٹر بھاشا" بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اس کوشش کے متعلق یہاں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہندی کو ہم نے دیش کی سانجھی بھاشا بنانے کا فیصلہ کیا۔ تو غلط نہیں کیا۔ یہ فیصلہ قائم رہنا چاہیے ہندی کو ملک بھر کے لیے آسان، عام فہم اور مقبول بنانے کی کوشش ہونی چاہیے۔ لیکن اس دوڑ بھاگ میں اردو کے ساتھ جو شرمناک سلوک ہوا اسے تو کوئی ذی ہوش آدمی بھلا نہیں سکتا اردو کی خوبیوں کو ہر آدمی نے تسلیم کیا یہ بھی تسلیم کیا کہ اردو نے اس ملک میں سانجھی بھاؤنا کو پیدا کرنے میں بے مثال مدد دی ہے۔

یہی گروہ ہندوستان کی اس سانجھی سنسکرتی کی ترجمان ہے جو کسی ایک فرقہ مذہب یا علاقہ کی سنسکرتی نہیں اردو میں صرف مسلمانوں کے نہیں، آریہ سماجیوں کے، سناتن دھرمیوں کے، سکھوں کے، جینیوں کے، عیسائیوں کے اور ہر مذہب کے دھارمک گرنتھ موجود ہیں۔ ٹھیٹھ ہندی یا پنجابی میں تقریر کرنے والے بھی اپنے طرز بیان کو موثر بنانے کے لیے اردو اشعار اور اردو الفاظ کا سہارا لیتے ہیں۔ اردو گھر کا سنگ بنیاد رکھتے وقت اندرا جی نے بالکل درست کہا کہ: اردو ایک شاندار زبان ہے۔ "ایک جاندار زبان ہے" لیکن اس شاندار، جاندار زبان کے ساتھ جو ہندوستان میں ہوا، ہو رہا ہے وہ بھی چھپی اور دوسرے دیشوں میں بھی پہونچی اور جو شری مہروسے ناقدری رو کے شہروں میں بہ طور سے ہندوستان کے گھر کی کشتی ہے۔ ہم نے جو سلوک کیا اسے دیکھ کر کس کا دل رو نہیں اٹھے گا۔ کچھ لوگوں نے اس لیے اس کی مخالفت کی کہ یہ ایک خاص فرقہ کی زبان ہے۔ دوسروں نے اس لیے کہ یہ ہندی کی مخالف ہے باقیوں نے اس لیے کہ وہ پاکستان کی زبان ہے۔ حالانکہ اصلیت یہ ہے کہ اردو کسی بھی فرقہ کی زبان نہیں اس کی ہندی سے کوئی عداوت نہیں وہ اتنی ہی ہندی بھاشا ہے جتنی ہندوستان کی کوئی بھی دوسری بھاشا ہے پوری ذمہ داری سے میں کہتا ہوں کہ اردو کسی فرقہ کی بھاشا نہیں۔ لیکن جن لوگوں نے اس کی مخالفت کی وہ یقینی طور پر بدترین قسم کے فرقہ وارانہ ذہنیت اور مذہبی تعصب سے کام لے رہے تھے جن لوگوں نے اسے ہندی کا مخالف کہا وہ خود ہندی کے دشمن ہیں۔ اسے ایسی بھاشا بنائے دیتے ہیں جو اس دیش کے عوام کی بھاشا ہے نہیں اور جنھوں نے اس کو بدیشی بھاشا کہا وہ خود اس بدیشی چال کا شکار ہو رہے تھے جو اس ملک میں انتشار پیدا کرکے اسے تباہ کرنا چاہتی ہے۔ لیکن ان سب باتوں کا گلہ کرنے سے اب کچھ ہوگا نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اردو کا بھوشیہ کیا ہے؟ کئی دوسرے دیشوں میں اردو موجود ہے ہندوستان میں اسے ختم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ دہلی میں چند گز زمین پر اردو گھر بنے تو اچھی بات ہے۔ لیکن زیادہ ضروری یہ ہے کہ اردو کو وہ گھر دیا جائے جو اس سے چھینا گیا ہے آج کہنے بھر کو اردو دیش کی چندہ قومی زبانوں میں سے ایک زبان ہے لیکن کسی بھی صوبے کی سرکاری زبان وہ ہے نہیں۔ اردو کا جنم ہوا دلی میں وہ پھیلی اور پھولی کشمیر، پنجاب، ہریانہ، یوپی، مدھیہ پردیش، راجستھان، بہار اور حیدرآباد میں لیکن آج ان میں سے ہر صوبے میں دوسری زبانوں کے چرچے ہیں اردو کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے اس کی وجہ کو سمجھنا کٹھن نہیں جن زبانوں کو آج ابھارنے کا جتن ہو رہا ہے یہ سب کی سب علاقائی یا صوبائی زبانیں ہیں اردو کسی ایک صوبے یا علاقے کی زبان تھی نہیں، ہندوستان بھر کی سانجھی زبان تھی۔ سانجھی زبان کی جو حالت ہوئی ہے وہ اردو کی ہوئی سب نے اپنی اپنی پرائیوٹ جائداد کی طرف توجہ دی سانجھی جائداد کا کیا حال ہو رہا ہے یہ کسی نے دیکھا نہیں حالت یہ ہوئی کہ اردو اپنے ہی وطن میں بے وطن ہوئی جا رہی ہے پچھلے روز شری آل احمد سرور نے اس بات کو اپنے شعر میں بہت خوبصورت طریقے سے بیان کرتے ہوئے کہا ہے

گیسوئے اردو ابھی منت پذیر شانہ ہے
یہ زباں اپنے چمن میں سبزہ بیگانہ ہے (پرتاپ)

اردو کے حقوق

بہادر شاہ ظفر مارگ جس پر اخباروں کے دفتر ہیں اس سے نزدیک قائد بنائی ہوئی راؤز ایونیو بھی ہے۔ اس مقام کو حکومت علم و صحافت اور سماجی خدمات کے اداروں کا مرکز بنا رہی ہے۔ اسی پر گل ہند کونسل چائلڈ ویلفیر کی عمارت کے پاس حکومت نے انجمن ترقی اردو کو چوتھائی ایکڑ کا وسیع رقبہ انجمن ترقی اردو کی عمارت "اردو گھر" بنانے کے لیے دیا ہے۔ اس عمارت کا ۲۳ مارچ کی سہ پہر کو وزیر اعظم نے سنگ بنیاد رکھا۔ اس تقریب کے لیے ایک اچھا سا شامیانہ لگایا گیا تھا جس کے ایک گوشے میں انجمن کی مطبوعات لگی ہوئی تھیں اور ان کے بیچ بننے والی عمارت کا لکڑی کا بنا ہوا نمونہ تھا جو طرز جدید کا عمدہ شاہکار ہے۔

انجمن کے صدر پنڈت سری نات کنزرو نے وزیر اعظم کو اردو کی دشواریوں کی طرف متوجہ کیا، مگر ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ موقع ایسا نہیں ہے کہ شکایتیں پیش کی جائیں۔ وزیر اعظم نے سنگ بنیاد کا پتھر نصب کیا اور پھر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اردو کی کچھ دشواریاں تو دور ہو گئی ہیں لیکن اور دشواریاں ہیں۔ پھر کہا کہ اردو کے مقابلے میں فرقہ واریت اور مذہبی تعصب حائل ہو گئے۔ حالانکہ اردو ایک ایسی زبان ہے جس کی بناوٹ اور ترقی میں سب مذہب والوں نے حصہ لیا ہے۔ اور یہ زبان ایسی ہے جس نے ہندوستان کی مختلف زبانوں کے الفاظ قبول کیے ہیں اور جو ملی اور رنگا رنگی ہندوستانی تہذیب کی نمائندگی کرتی ہے۔

وزیر اعظم نے اردو کی جو تعریف کی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ انجمن ترقی اردو نے اس موقع کے لیے ایک چھوٹا سا کتابچہ شائع کیا تھا۔ اس میں اس نے چند ایسی باتوں کا حوالہ دیا ہے جس سے اردو کے اس کردار کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ مذہبی تنگ نظری سے پاک و صاف ہے۔ کتابچے میں لکھا گیا ہے کہ شروع میں انجمن ترقی اردو نے چند ہم درد اور سرپرست ایسے بنائے تھے جنھوں نے دو ہزار سے لے کر پانچ سو تک کی رقم دی تھی۔ ایسے چھیاسی اصحاب میں سے سات انگریز تھے اور ۲۳ ہندو ان میں سر فہرست جو نام تھا وہ راجہ امانت راؤ، مہاجوت جاگیر دار دوم کنڈہ کا تھا۔ پھر انجمن نے جس مصنف کو سب سے پہلے انعام دیا، وہ منشی نوائن پرشاد ورما تھے اور جس کتاب پر دیا وہ تھی "پیغمبران ہند" جس میں سری کرشن جی، گوتم بدھ اور ہندو عقائد کا تذکرہ تھا۔ یہ باتیں آج سے چالیس سال پہلے کی ہیں اس لیے ان سے اردو کا اور انجمن ترقی اردو کے مزاج کا پورا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اردو کو وہ سازگار فضا تو نہیں مل رہی ہے جس کی توقع تھی اور باوجود زبردست جدوجہد کے اس کو ابھی تک اپنے حقوق کا قانونی تحفظ نہیں ملا ہے۔ یہ باتیں بے حد افسوس ناک ہیں لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ زبان اپنے ادب کی وجہ سے ایسی سخت جان ثابت ہوئی ہے کہ سخت جان کنی کے حالات سے نہ صرف نکل رہی ہے، بلکہ دھیرے دھیرے ان حالات پر غالب بھی آ رہی ہے۔ آج سے بیس سال پہلے یہ بات خواب کی سی معلوم ہوتی تھی کہ ہندوستان کی راجدھانی میں راؤز ایونیو کے ایسے مقام پر حکومت کی دی ہوئی زمین پر اردو گھر تعمیر ہو لیکن آج وہ خواب حقیقت میں تبدیل ہوتا نظر آ رہا ہے۔

اردو کا آج کل جو پھیلاؤ ہو رہا ہے وہ اس انداز کا تو نہیں ہے جس انداز کا پہلے ہوتا تھا اور جس کے لیے اردو دوست اٹھارہ سال سے جدوجہد کر رہے ہیں مگر یہ پھیلاؤ بھی اپنی خاص عظمت رکھتا ہے اور ملک پر اپنا نقش جما رہا ہے۔ ان میں سے دو تین خاص خاص باتوں کا اس جگہ تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس وقت اردو ریاست کشمیر کی سرکاری زبان ہے۔ اور ریاست ہماچل پردیش میں لازمی زبان ہے۔ ان دونوں باتوں کی بنیادیں بے حد مضبوط ہیں کیونکہ ان دونوں ریاستوں میں چھ چھ، سات سات زبانیں رائج ہیں۔ اور ان کے بولنے والے اگر آپس میں بات چیت کرتے ہیں تو صرف اردو میں۔ یہ بنیادیں ایسی نہیں ہیں جن کو ہلایا جا سکے۔

ان دونوں باتوں سے زیادہ جو چیز اردو کی بنیاد کو مضبوط بنا رہی ہے وہ ہے فلم۔ فلم کی زبان آزادی سے پہلے اتنی اردو نہ تھی جتنی اب ہے۔ اب تو اس میں شمع و پروانہ اور گل و بلبل والی غزلیں آتی ہیں۔ وہ پسند کی جاتی ہیں اور سڑکوں پر گائی جاتی ہیں اس طرح اردو کے الفاظ بھی عام ہو رہے ہیں اور اس کا ادبی مزاج بھی۔ فلموں پر تو اردو کا کچھ ایسا قبضہ ہو گیا ہے کہ نام بھی اردو ہی میں رکھے جاتے ہیں۔ آپ جب چاہیں کسی اردو اخبار میں فلموں کے نام دیکھ لیں ان ناموں سے اندازہ ہو جائے گا کہ اردو کس طرح پھیل رہی ہے۔

اسی طرح کی ایک محسوس چیز یادگار غالب بھی ہے۔ جو روس، ایران اور امریکا میں بھی دھوم سے منائی جا رہی ہے اور اس کی عمارت بھی اسی راؤز ایونیو پر بنے گی۔ اور زیادہ شاندار ہوگی۔

یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کا آج اردو کو کوئی بڑا پھل نہیں مل رہا ہے، لیکن وہ دن دور نہیں ہے جب یہ سب بے حد پھل دار درخت، بلکہ باغ بن جائیں گے۔ ایسی چیزوں میں ہم "اردو گھر" کو شمار کریں گے۔ یہ گھر اس بات کا بے حد نمایاں اعلان ہے کہ اردو ہندوستان میں تھی، ہندوستان میں ہے اور یہاں سے کبھی نہیں جائے گی۔ اس کی جگہ لافانی ہے۔ (قومی آواز)

اردو گھر کا سنگ بنیاد

انجمن ترقی اردو ہند کی عمارت جس کا نام "اردو گھر" ہوگا، اس کا سنگ بنیاد وزیر اعظم اندرا گاندھی کے ہاتھوں نئی دلی میں رکھا جا رہا ہے۔ مگر وزیر اعظم صاحبہ کو سوچنا ہوگا کہ وہ جس زبان کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھ رہی ہیں، اگر اسے سرکاری طور پر تسلیم نہ کیا گیا اور اسے قانونی حیثیت نہیں دی گئی تو یہ اردو گھر بے روح رہ جائے گا اور وہ اردو کا عجائب گھر بن جائے گا۔ سنگ بنیاد رکھنے کا تقاضہ یہ ہونا چاہیے کہ حکومت اردو کو قانونی حیثیت دے اور اسے دوسری سرکاری زبان قرار دے۔ حال یہ ہے کہ دلی سے جو اردو کا سرچشمہ ہے اسے بری طرح مٹایا جا رہا ہے اور جن سنگھی ایڈمنسٹریشن اس کے پیچھے بری طرح ہاتھ دھو کر پڑا ہے۔ سڑکوں کے نام کی پلیٹیں صرف ہندی میں لگائی جا رہی ہیں۔ خود کارپوریشن کے ایک راستے کو بند کر دیا گیا جس پر ہندی میں لکھا ہے کہ "راستہ بند ہے"۔ پھر اگر وزیر اعظم کے ہاتھوں اردو گھر کا سنگ بنیاد رکھا گیا تو اس نمائش سے کیا فائدہ ہے۔

(روزنامہ الجمعیۃ دلی)

اردو کے ساتھ نا انصافی کا اعتراف

نئی دہلی میں "اردو گھر" کے نام سے موسوم انجمن ترقی اردو ہند کے صدر دفتر کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے جو تقریر کی ہے اس میں اردو کے ساتھ نا انصافی کیے جانے کا اعتراف کیا گیا ہے۔

وزیر اعظم نے اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ اردو زبان کے سوال کو سیاست اور فرقہ پرستی میں ملوث کر دیا گیا ہے اور یہ توقع ظاہر کی ہے کہ ایسی حالت میں جب کہ ہمارے ملک میں بنیادی طور پر اتحاد موجود ہے آج جو جھگڑے نظر آتے ہیں وہ ختم ہو کر رہیں گے

ہم وزیر اعظم اندرا گاندھی کے اعتراف حقیقت پر انھیں مبارکباد کا مستحق سمجھتے ہیں لیکن ہم ان سے یہ دریافت کرنے کو اپنا حق جمہوری سمجھتے ہیں کہ اردو کے ساتھ اس بے انصافی کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے اور اب جب کہ وزیر اعظم کی حیثیت سے خود انھوں نے اس بے انصافی کو تسلیم کیا ہے کیا اسے دور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اسی موقع پر پنڈت آنند نرائن ملا نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ اگرچہ اردو ایک آل انڈیا زبان ہے لیکن اس کے ساتھ کی جانے والی بے انصافی کے ماتحت اول تو اسے ایک علاقائی زبان قرار دیا گیا ہے اور دوسرے اس کے لیے کوئی علاقہ بھی متعین نہیں کیا گیا۔ مسٹر ملا نے وزیر اعظم کو اس واقعہ کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ یو پی کے سابق نائب وزیر اعلیٰ نے کہا کہ اگر حکومت ہند اجازت دے تو ہم ریاست میں اردو والوں کی دس فیصد آبادی کی بنا پر اردو کو دوسری علاقائی زبان قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن مسٹر ملا نے مزید کہا کہ۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب اردو والے مرکز کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ اسے ریاست کا سوال بتاتا ہے اور ریاستی ارباب حکومت سے رجوع کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس سوال کا تعلق مرکز کے ساتھ ہے۔ اور اس طرح مسٹر ملا نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اردو کے ساتھ نا انصافی کرنے میں ریاستی اور مرکزی دونوں ہی حکومتوں کا حصہ رہا ہے۔

اردو والے اس بات کو جانتے ہیں کہ اگرچہ زبان کا سوال ریاستی سوال ہے لیکن جہاں تک اردو کا تعلق ہے اب اس سوال کو ریاستی نہیں کہا جا سکتا اور اگر اب تک اردو کے ساتھ انصاف نہیں ہوا تو اس کی بیشتر ذمہ داری مرکز ہی پر ہے اور انھیں یقین ہے کہ مرکز ہی اس بے انصافی کو انصاف میں بدل سکتا ہے۔

"ہماری زبان"

کو مضامین و مراسلات ارسال کرتے وقت یہ ملحوظ رہے کہ وہ کاغذ کے ایک طرف صاف لکھے ہوں۔ (ادارہ)

باقی صفحہ ۱۲ سے آگے

پئے تحسین وطن طنز ہمارا فن ہے
ہم کسی خانہ برانداز سے ڈرتے ہی نہیں

غالب کے شعر نام سے میرے سنا کے دیکھ
پھر اعتراض ناقد فن آزما کے دیکھ

منظر ہے زبان اور میں شرماؤں گا
برہمن کے مصرعے پر میں آزماؤں گا
چاہتا ہوں بھارت کا نام اور اونچا ہو
سوچتا ہوں مسلہ سے جو تیاں چراؤں گا

شاد نے نیاز اور جوش کا جس طرح اپنے شعروں میں ذکر کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی سے مرعوب ہونے والے آدمی نہ تھے۔ شاد ہر معرکے میں حق پر نہیں ہوتے تھے۔ کبھی کبھی رائی کا پہاڑ بھی بنا لیتے تھے اور ذرا سی بات پر برہم بھی ہو جاتے تھے۔ انھوں نے زمانے کے ہاتھوں اتنے زخم کھائے تھے کہ وہ کسی نئے آدمی کو غلط سمجھنے کے لیے گویا ادھار کھائے بیٹھے رہتے تھے مگر غور سے دیکھا جائے تو وہ بڑے صاف سچے اور بے ریا آدمی تھے اور بڑے پتے کے شاعر۔ ان کی نظموں اور غزلوں دونوں کی بڑی اہمیت ہے۔ ان شعروں میں انھوں نے ہماری معاشرت کی بعض خرابیوں پر اس طرح طنز کی ہے کہ یہ مرثیے غیر فانی ہو گئے ہیں۔ جو لوگ شاعری کی زبان اور بول چال کی زبان کو ایک دوسرے سے الگ کر کے دیکھتے ہیں انھیں شاد کے کلام کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ شاد نے بول چال کی زبان کی قوت اور شعریت کو جس طرح آجاگر کیا ہے اور جس طرح بقول ایذرا پاؤنڈ حقیقی نغمات کو زبان دی ہے اسے جدید اردو شاعری ہمیشہ یاد رکھے گی انھوں نے غلط نہیں کہا ہے۔

اب ارباب طریقت جانیں میں نے بے خانے سے علاوہ

بازدید

ڈاکٹر منیب الرحمٰن

منیب الرحمٰن کا شمار ان جدید شعرا میں ہوتا ہے جنھوں نے اردو کی جدید شاعری کا مزاج و معیار متعین کیا ہے۔ اسلوب و فکر کی جدت احساس و جذبہ کی شدت اور تجربہ و خیال کی ندرت ان کی شاعری کی امتیازی خصوصیات ہیں "بازدید" ان کی نظموں کا بہترین انتخاب ہے جسے نفیس کاغذ پر سادہ و پرکار گرد پوش کے ساتھ ٹائپ میں شائع کیا گیا ہے۔ اردو کے جدید شعری رجحانات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے اس مجموعے کا مطالعہ ضروری ہے۔ قیمت تین روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ: انجمن ترقی اردو ہند۔ علی گڑھ

آل احمد سرور

میرا صفحہ

چند روز ہوئے ایک نئے شاعر کے نام سے شاد عارفی کے فن اور شخصیت پر مظفر حنفی کی مرتب کی ہوئی ایک کتاب پڑھی۔ مظفر حنفی کو شاد سے بڑی عقیدت ہے اور انھوں نے بڑی کاوش سے ان کے متعلق بہت سے مضامین جمع کئے ہیں اور ان کے خطوط بھی جو دستیاب ہو سکے یکجا کر دئے ہیں اس طرح کتاب دلچسپ بھی ہو گئی ہے اور بصیرت افروز بھی۔ شاد کی انفرادیت کو سمجھنے کے لئے اور بیسویں صدی کی اردو شاعری میں ان کا درجہ متعین کرنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ یقیناً مفید ہوگا۔

شاد عارفی ایک منفرد اور صاحب طرز شاعر تھے۔ زمانے نے ان کے ساتھ بہت ستم کئے۔ وہ مالی پریشانی اور ناقدری دونوں کے شکار رہے۔ پھر رام پور جیسے شہر میں جہاں جاگیردارانہ ماحول اب بھی باقی ہے، ایک آزاد مرد کے لئے اپنی آن بان کے ساتھ زندہ رہنا یوں بھی بہت مشکل تھا۔ وہ ایک محب وطن، اور روشن خیال آدمی تھے اور ایک بلند سماجی اور اخلاقی آدرش رکھتے تھے۔ اوروں کی طرح انھوں نے بھی آزادی اور مساوات کے خواب دیکھے تھے اور پھر ان خوابوں کو چکنا چور ہوتے دیکھ کر چیخ اٹھے تھے۔ انھوں نے اپنے گرد و پیش کی ذہنی اور معاشرتی بیماریوں پر بھرپور طنز کی، رام پور ادب اور فن کا گہوارہ رہا ہے۔ انھیں ایک جاندار اور تیکھی زبان ملی تھی چنانچہ انھوں نے اس باغی زبان سے جس میں بول چال اور چلن کی ساری طاقت سما گئی ہے سماج کی خرابیوں پر وار کیا۔ یہ شعر دیکھئے ؎

ہمارے ہاں کی سیاست کا حال مت پوچھو
گھری ہوئی ہے طوائف تماش بینوں میں

ہم خدا کے ہیں، وطن سرکار کا
حکم چلتا ہے مگر زردار کا
جب چلی اپنوں کی گردن پر چلی
چوم لوں منھ آپ کی تلوار کا
خشک سب کھیتوں کو پانی چاہئے
کیا کریں گے ابر گوہر بار کا

ہے تو اتنی ہو کہ عالی شان کا شانہ نہیں
اس نے جھٹ مارنا بھی، اس کا فرمانا ہی ہے

سینک سکتے ہیں آپ بھی آنکھیں   جل رہے ہیں نشیمنوں کے الاؤ

جبر جا ہئے اتنا جو ادا نہ ہو پائے   روز خاص جنگی جو فیصلہ نہ ہو پائے

یہاں چراغ تلے لوٹ ہے اندھیرا ہے   کہاں چراغ جلانے کی بات کرتا ہوں

شاد کے یہاں صرف سماج کی خرابیوں پر طنز ہی نہیں ہے محبت اور جذبات انسانی کی سچی تصویریں بھی ہیں اور انھیں ایک ایسے تیور اور بانکپن سے پیش کیا گیا ہے کہ فوراً ذہن پر نقش ہو جاتی ہیں۔

جذبۂ محبت کو تیر بے خطا پایا   میں نے جب اسے دیکھا دیکھتا ہوا پایا

اک حسین ہے نام سی خوشبو   شامل ہے ہونٹوں کے رس میں

تا چند باغبانی صحرا کرے کوئی   لیکن سوال یہ ہے کہ پھر کیا کرے کوئی

شاد پر جو مضامین لکھے گئے ہیں ان میں اس بات کا رونا بہت رویا گیا ہے کہ سماج نے شاد کی قدر نہ کی، حالانکہ بات بہت صاف ہے۔ حریت فکر اور آزادی رائے کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ ایک شخص سماج پر طنز کرے اور سماج اسے سر پر بٹھائے۔ ہاں اہل نظر اور دیدہ ور اس شخص کی خوبیوں کو دیکھ لیتے ہیں اور اس کی قدر کرتے ہیں اور دوسروں پر اس کی عظمت واضح کرتے ہیں وہ جاگیردارانہ سماج جس میں شاد نے آنکھیں کھولی تھیں اوپری رونق کا قائل تھا، اندر لکڑی گھنی ہوئی تھی ظاہر داری، منافقت، دنیاداری اور خوشامد اس کا مزاج بن گئے تھے۔ شاد اس ماحول سے باغی تھے۔ انھیں اس نفرت کی قیمت ادا کرنی پڑی۔ یہی ہوتا آیا ہے اور یہی ہوتا رہے گا۔ شاد کی عظمت یہ ہے کہ انھوں نے اس بغاوت کو ایک تیکھے اور منفرد اسلوب کا روپ دیا، انھوں نے بول چال کی زبان کے امکانات کو بڑی خوبی سے واضح کر دیا۔ ان پر جو مضامین لکھے گئے ہیں وہ مجموعی طور پر ان کی بہت سی خوبیوں پر روشنی ڈالتے ہیں، مگر در اصل ان کے خطوں کی زیادہ اہمیت ہے۔ ان خطوں میں شاد کی شخصیت بڑی روشن ہے۔ وہ بہر حال پٹھان تھے مالی پریشانیوں کے باوجود وہ چوکھی لڑتے رہے۔ زندگی سے انھیں برابر پیار رہا۔ اور اپنی طنز کے تیروں سے اور اپنی نشتر کی سی تیزی رکھنے والی زبان سے اس زندگی پر وار بھی کرتے رہے اور ایک معنی میں اس پر فتح بھی پاتے رہے۔ یہ خط بڑے مزے کے خط ہیں معمولی باتوں اور فرمائشوں میں بھی ایک لطف ہے۔ ان میں ان کی تند و تیز اور بد گمان طبیعت کا بھی بڑا سچا نقشہ مل جاتا ہے اور ان کے بھولے پن اور سادگی کا بھی اور ان کی مار کاٹ کا بھی۔ خطوں کے مطالعے سے ان کے ان اشعار کا لطف اور بڑھ جاتا ہے۔

اس نے جب سو تیر چلائے   میں نے ایک غزل چھکا دی

باقی صفحہ ۱۰ کالم ۲

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ پرنٹر پبلشر ظہیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپا یا اور پبلشر مذکور نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ سے شائع کیا